١٠٦٥ع
خانقاہ اشرفیہ کے فتوے کا جواب
١٦٧٦

اللہ اکبر

# خانقاہِ اشرفیہ کے فتوے کا جواب



# تردید اعتراضات مخالفین ترک موالات

از علامۂ زمان مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی

جس میں جناب مولانا نے تمام اعتراضات مخالفین کے جوابات

کلام مجید اور احادیث سے دیئے ہیں اور جسکو خود حضرت شیخ الہند

مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز نے پسند فرماکر

اپنی آخری تقریر میں حوالہ دیا ہے مسلمانوں کی آگاہی کیلئے

منشی مشتاق احمد نے شہر میرٹھ محلہ کوٹلہ سے شائع کیا

باہتمام حافظ محمد سعید ہاشمی تاجر کتب نے اپنے

مطبع ہاشمی میرٹھ میں طبع کیا

بار دویم

قیمت ۴؍

# ڈنر وقف منصبیہ میرٹھ

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ **امابعد** معزز صدر اور حضرات علمائے کرام اور حاضرین والاحترام۔ جلسوں کی شریعت کا حکم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اس مجلس علماء و فضلاء میں بولنے کی اجازت دینے سے کیا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ شکر کا مفہوم خاص زبان تک محدود نہیں اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اس کا شکریہ دل سے زبان سے۔ ہاتھ پاؤں سے۔ غرض افعال قلوب اور افعال جوارح میں سے ہر ایسے فعل سے ادا ہو سکتا ہے جو محسن کے مقابلہ میں شاکر کی ممنونیت کا اعلان کرتا ہو۔

اس لئے آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے میں جب یہ حق انتخاب میرے لئے ہوا کہ میں جس طریقہ سے پسند کروں قضائے حق شکریہ سے سبکدوش ہو جاؤں تو میں اپنی اصل فطرت اور وقت کی قلت اور سب سے بڑھ کر اس اعلیٰ و ارفع مطمح نظر کی اہمیت کو (جس نے مجھ کو اور آپ کو یہاں جمع کیا ہے) محسوس کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے یہ جتلا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس یورپ کی تقلید کے لئے اتنا فضول وقت نہ بچنا چاہیے جس میں ہم ضروری مقاصد کو چھوڑ کر محض رسمی اور زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

ہم مسلمانوں کو اور خصوصاً علماء امت کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہیے قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ ان کی مختصر مگر پر مغز تقریروں اور طویل

وعریض سلسلۂ عمل کا۔ ان کی مشاورت اور مبادلۂ آراء کے بہترین اصول کا۔ ان کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا۔ ان کے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصلاح ذات البین کی مفید اور منتج گفتگوؤں کا۔ غرضیکہ اللہ جل شانہ کے اس مطرد منعکس ارشاد پر پوری پوری طرح عمل کرنے کا

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ

ان کے اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔

اے حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشاء پرداز اور نہ گویائی کی کوئی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے آپ حضرات محظوظ ہوں بلکہ اگر آپ کا حکم نہ ہو تو میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جدِ بزرگوار خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے ممبر پر فرمایا تھا کہ:۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ إِلَى إِمَامٍ فَعَّالٍ أَحْوَجُ مِنْكُمْ إِلَى إِمَامٍ قَوَّالٍ

اے لوگو! یقیناً تم کو بہت زیادہ کلام کرنے والے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے

مگر جب آپنے مجھ جیسے ناکارہ کو اس جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو میرا فرض ہے اپنی اور آپ کی۔ بلکہ روئے زمین کے سارے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق۔ شرعی حیثیت سے جو میرے معلومات اور خیالات ہیں ان کو بلاکم وکاست آپکے سامنے رکھدوں اور اس کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سننے سے حضور وائسرائے بہادر مجھ سے برہم ہو جائینگے۔ یا مسٹر گاندھی یا علی برادران یا اور کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا۔ اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں۔

اے حضرات! آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد کو جماعت اسلام کا حقیقی

خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا
چاہئے آلِ عثمان کے بڑے بڑے سردار اور خلافتِ رسول کے سب سے بڑے مسند نشین
کی عزت و شوکت جب خاک میں ملا دی جائے تو آپ کی عزت و وجاہت کس شمار میں
ہے۔ تھریس اور سمرنا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کئے گئے ہوں تو کیا آپ
سمجھتے ہیں کہ آپ بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق۔ شام فلسطین۔ تھریس۔ ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ
کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ تمام دُنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین
کے ہاتھوں سے چھینا اور اس چھیننے کے لئے جو جنگ کی گئی اُس کو کروسیڈ (صلیبی
جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینہ پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی
جسکے حکم سے اُس خانۂ خدا اور آرامگاہ مصطفےٰ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم آمن سے
ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستاران
خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔

پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گزرنا تھا گزر گیا۔ بلکہ اس منٹ تک بھی جبکہ میں یہ سطریں لکھ
رہا ہوں اُس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اُسکی توپیں ابھی
تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں۔ اُسکے ہوائی جہازوں نے
ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو پناہ نہیں دی۔

اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور
عزت و آبرو کی محافظ ہے اس لئے ہمیں اُسکے مقابلہ پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت
نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اُس مضبوط رشتۂ اتحاد و اخوت
سے محض جاہل یا غافل ہیں جس نے جاہلیت کی تمام رسوم مخالفت و مواخاۃ کو اٹھا کر
مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں ایک خالص روحانی برادری قائم کی۔ اللہ جل شانہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو بار بار پڑھیے۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ + اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ + اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ
اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُهٗ اشْتَکٰی کُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُهٗ
اشْتَکٰی کُلُّهٗ۔ یہ احکام سلطان المعظم سے لیکر ایک ادنیٰ انسان تک بدون تخصیص حبشی
اور رومی اور ہندی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں۔ اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی
ظلم ہو تو مشرق کے مسلمان پر اُس کی حمایت و نصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے
بہت دنوں تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی ہندوستانی رعایا اور برٹش
گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں جن کی بنا پر یہاں کے مسلمان انگریزوں
کے مقابلہ میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں اور ان حضرات کا
استدلال اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ
النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ۔
میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ہاں یہ گزارش کرنا
چاہتا ہوں کہ اب اِن اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کردیا ہے پچھلے زمانہ کو
چھوڑ کر اُس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی حکومت سے برسرِ جنگ
ہونے کے وقت کئے تھے اُن کا جو حشر ہوا وہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اگر وہ عہد
ایسی بے دردی سے فراموش نہ کردیے جاتے جن پر مغرور و مفتون ہو کر بہت سے
ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تباہی کی طرف دھکیلا۔ تو آج آپ کا اور
ہمارا اجتماع اِس ہیئت کذائی سے نہ ہوتا۔ اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب کے
اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطان و پیچاں نظر آتے۔
بہر حال اب ہمکو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا
بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہمکو اُن کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے

میں سے ہر شخص غالباً دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپ کو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتلاؤنگا یا کوئی نرالی تدبیر جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کردیگی تلقین کروں گا۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ میں آپ سے صرف ایک چیز کے حاصل کرنے کو کہونگا۔ جسکو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اس کو تحصیل حاصل قرار دیں مگر میں فی الحقیقت آپکو خدا کا یہ کلام سُنا رہا ہوں :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اُس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی۔

ایمان باللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض زبان سے آمَنْتُ بِاللّٰہِ کا دعویٰ کرے اور جب اس آمنت کی آزمایش کا موقع آئے تو خدا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو۔ اگر ایمان باللہ کا مصداق صرف اتنا ہی ہوتا تو انبیا کی زبانی منافقین اس قدر رسوا نہ کئے جاتے اور نہ جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ اُن کا مسکن بنایا جاتا اور نہ حق تعالیٰ یوں فرماتے :۔

الٓمٓ ۔ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض آمنا کہنے پر چھوڑ دیے جاوینگے اور ان کی آزمایش نہ ہوگی۔ حالانکہ ہم نے اُن سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے۔ تو ضرور ہے کہ جانچ کریگا اللہ انکی جو سچ بولتے ہیں اور انکی جو جھوٹے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے

معاملات کفار کے پاس لیجانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ اُن کے حسب خواہش فیصلہ کردیں ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۔

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اُسپر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا۔ اور اُسپر جو تم سے پہلے نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں (اور پھر بھی) وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کی طرف لیجائیں حالانکہ اُنکو حکم دیا گیا ہے اُس سے بیزار رہنے کا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ اُن کی گمراہی کو بہت دور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی طرف بڑھو جو خدا نے نازل کی۔ اور رسول کی طرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں

اب آپ دیکھ لیجیے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اُنھوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے ہاتھ میں دیدی ہے؟ انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں نیوڑا دیتے ہیں لیکن جب اُنکو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کہنے لگتے ہیں او والے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو! کیا اُس شہنشاہِ مطلق احکم الحاکمین کی حکومت کا حلقہ تمہاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب و داب سے خوف زدہ ہو کر اُس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے؟ خوب سمجھ لو!! کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے جب اسکی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اُسکے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو پھر اُسکے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ بند مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور ازل میں جو عہد انھوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے اُسے پورا کریں اور سب ملکر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں کہ یہ رسّی ٹوٹ تو

نہیں سکتی لیکن چھوٹ سکتی ہے۔

اے حضرات! مذہب اسلام ایک مکمل مذہب ہے جس میں قیامت تک پیش آنیوالی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں۔ کوئی حالت سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جسکا بیان کسی نہ کسی طور سے خدا کی کتاب اور اُسکے رسول کے کلام میں نہ ہو۔ اور ہماری سہولت کے لئے فقہاء مجتہدین رضی اللہ عنہم نے کتاب و سنت سے بیشمار احکام مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں جمع فرما دئے ہیں۔ اس لئے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات ہمہ اسوقت پیش نظر ہیں اُنکے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالیٰ کے کلام میں نہ ہو۔

قرآن حکیم نے فتح و نصرت، اور ہزیمت و مغلوبیت کے سب اسباب نہایت معجز بیان طرز میں بتلا دئے ہیں۔ اُس نے بہ بانگ دُہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اُسوقت تک ذلیل و خوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں، اس لئے ہمیں بجائے اسکے کہ ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں اُن مظالم کا محاسبہ کرنا چاہئے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کئے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف دو مرتبہ لشکر اسلام کو کفار کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی ہے وہ بھی عارضی۔ ایک غزوہ اُحد میں جبکہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدول حکمی کی۔ اور آپس میں مختلف ہو گئے تھے اور دوسرے غزوہ حنین میں جبکہ اُن کو اپنی کثرت تعداد پر غرور ہوا۔ اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتا۔

اِن دونوں مواقع میں حق تعالیٰ شانہ نے اُن کی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا نہ اُن کی بے سرو سامانی سے اور نہ اُن کے دشمنوں کی شان و شکوہ سے البتہ قرآن مجید میں اُحد کے متعلق تو یہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| حَتّٰی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ | یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تم کو وہ چیز دکھلا دی جسکو تم پسند کرتے ہو تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو آخرت مطلوب ہے |

اور حنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا:۔

| | |
|---|---|
| وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔ | اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں مغرور بنا دیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کر سکی اور تم پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے |

اے حضرات! آپ صحابہ کے ایمان و تقویٰ اور صبر و ثبات کو دیکھ لیجے! اور نبی کریم کے درمیان خدا کے پیارے رسول جلوہ افروز تھے۔ مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ہم میں وہ کتنے اجزا قوت ایمانیہ اور عمل صالح اور طاقت ربانی کے باقی ہیں۔ جنکی وجہ سے خدا ہمکو اپنا دوست قرار دے اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام علماء ملکر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نا اتفاقی) اور عصیان یعنی نافرمانی، اور اعجاب و رغرور سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور اُن کا شیرازہ مجتمع کریں اور جو اختلافات خود علماء میں ہوں اُن کو اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کرلیں۔

اگر آپ ایسا کرینگے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتیار ہے جسکے آگے کوئی ہتیار نہیں چل سکتا کسی قوم کے فتح و ظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہو سکتے ہیں، مادی یا روحانی اور وہ دونوں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ میں داخل ہے، پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجیے تاکہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو پہنچیں۔

انہیں روحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتیار ہے جسکو **ترک موالاۃ یا ترک تعاون** سے تعبیر کرلیا جاتا ہے۔ یہ ترک موالات کی تحریک انشاء اللہ یقیناً مؤثر ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہوکر اُسکو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن جسقدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جارہی ہے اُسی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کررہے ہیں خواہ سمجھکر یا ناسمجھی سے ہم اُن کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ اُن کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقع ملتا ہے ؎

راستا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں — سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

چند روز ہوئے علیگڑھ کالج کے طلبہ کی فرمائش پر میرے واجب الاحترام اُستاد شیخ الہند حضرت مولانا **محمود الحسن** صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کرکے بھیجی تھی، جو شائع بھی ہوگئی ہے، اُس کے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اُس کی قدرے توضیح کردی جائے۔

میری غرض اُس سے اہلِ فہم و انصاف کو مطمئن کرنا ہے، کیونکہ بحث اور ردّ و کد سے بجز اسکے کچھ نتیجہ نہیں کہ نااتفاقی اور اختلاف کو اور ترقی ہو۔

آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے وہ یہ ہے کہ "ترک موالات" دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے، لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اُس میں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغۃ میں دیکھ لیجئے، دوست کے بھی ہیں اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں اور قریب کے بھی اور متصرف کے بھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے، امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر کو ام التفاسیر

کہنا چاہئے اولیا کی تفسیر کو اعوانًا و انصارًا و ظہرًا سے فرما رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ موالات ممنوعہ کے معنی معاونت اور مناصرۃ کے ہیں۔

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں نازل ہوئی۔ یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے، لیکن انھوں نے ایک دُنیوی مصلحت کے لئے مدینہ منورہ سے کفّار مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا۔ جس میں یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر مثل اندھیری رات اور ایک اُمنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے۔ تم اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو۔

واقعہ طویل ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستہ میں پکڑ لیا گیا۔ اور حضرت حاطب بحیثیت ایک مجرم کے جناب رسالت مآب میں حاضر کئے گئے، آپ نے ان سے وجہ دریافت کی۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، نہ میں دینِ حق سے پھرا ہوں اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل و عیال تنہا تھے میرا کوئی خاندان وہاں نہ تھا جو اُنکی حفاظت کرتا، خط لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ کفار میرے اہل و عیال کے بارہ میں میری کچھ رعایت کریں اور یہ میں یقین رکھتا تھا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے جو اپنے رسول کے ساتھ کیا ہے پورا کرے گا۔ اور میرا خط اُن لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔

ان واقعات کو پڑھکر آپ بتائیے کہ کیا حضرت حاطبؓ کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تھا؟ کوئی شخص ایک صحابی بدری کی نسبت یہ یقین نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونت کا اُنھوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تھا جو ایک رفیق رفیق کے ساتھ کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| | |
|---|---|
| یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ | اے مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار و مددگار مت بناؤ، پیغام بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہوئے |

منه فكيف ابغضه مع الاسلام فاقول
تحبه لاسلامه وتبغضه لمعصيته وتكون
معه على حالة لو قيست بحال كافر وفاجر
ادركت تفرقة بينهما وتلك التفرقة
حب للاسلام وقضاء لحق وقدر الجناية
على حق الله والطاعة له كالجناية على
حقك والطاعة لك فمن وافقك
على عرض وخالفك في آخر فتكون
معه على حالة متوسطة بين الانقباض
والاسترسال وبين الاقبال
والاعراض وبين التودد اليه
والتوحش منه۔

پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اسکو کیسے مبغوض سمجھیں
تو میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی وجہ سے اس کو محبوب
اور معصیت کی وجہ سے مبغوض سمجھوگے اور اُسکے ساتھ
ایسے انداز پر رہوگے کہ اگر اُس کا اور ایک کافر کا موازنہ
کرو تو تم دونوں میں فرق پاؤگے۔ اور یہ فرق اسلام کی
محبت اور اس کا حق ادا کرنے کی وجہ سے اور اللہ کے
جرم اور اُس کی فرمانبرداری کو اپنے جرم اور فرمانبرداری
کی طرح سمجھو۔ جو شخص تمھاری ایک غرض میں موافق او
دوسری میں مخالف ہو تو تم اُس کے ساتھ ایک توسط کی
کی حالت پر رہوگے کہ نہ پورا انقباض ہی ہو کہ نہ پورا انشراح
نہ پوری توجہ، نہ پورا اعراض، نہ پورا انس، نہ پوری
وحشت، ان کے بین بین ایک کیفیت ہوگی

بہرکیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترکِ موالات مع الکفار ضروری ہے اور ہمیشہ سے ضروری ہے۔ یہ کوئی جدید حکم نہیں البتہ اسکی بعض جزئیات پر حسب ضرورت زمانہ علماء نے متنبہ کردیا ہے۔

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکار کی غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں۔ البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات نے اُسکو اور زیادہ شدید بنادیا ہے۔

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترک موالات کے سلسلہ میں ہم فی الحقیقت نئی شرائط

کو پورا کرانا چاہتے ہیں جن کے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا اور دوسری قوموں کے علوم
وفنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہے اور مسٹر محمد علی وغیرہ بھی ایک حد تک اسی کوشش میں ہیں
یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بدبختی سے کسی کافر
قوم کے زیر حکومت آگئی ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھوا چکی ہو
اُس کی قابلِ تاسف بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترکِ موالات کے حکم میں
تھوڑی سی گنجایش بھی رکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اُسکو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کرتے ہو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس نهى الله المؤمنين ان يلاطفوا الكفار ويتخذوهم وليجة من دون المؤمنين الا ان يكون الكفار عليهم ظاهرين فيظهرون لهم اللطف ويخالفوهم في الدين وذلك قوله تعالىٰ الا ان تتقوا منهم تقاة

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا ہے کہ وہ کفار سے ملاطفت کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے سوا انکو اپنا رازدار بنائیں مگر یہ کہ کفار اُن پر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ انکا لطف کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں اُن کے مخالف رہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام الا ان تتقوا منھم تقاۃ کا

اس قدر رعایت سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ترکِ موالات کے مخاطب یہ محکوم قوم بالکل
نہ رہی۔ یا موالاتِ کفار کی حرمت اصلی سے جاتی رہی بلکہ الا ان تتقوا منھم تقاۃ کا استثنا
اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے بعض سلف کا قول ہے تو وہ محکوم و مقہور مسلمانوں کو محض اس سے
آگاہ کرنا ہے کہ ترکِ موالات میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھا جا سکتا ہے اور اسی اعتبار سے

ترکِ موالات کے حکم میں استثنا میرے نزدیک آیۃ جہاد کے اُس استثناء سے مشابہ ہوگا جو مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ کے ساتھ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ سے کیا گیا ہے۔

پس ترکِ موالات کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلہ میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہیے اور جہانتک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو یا وہ بحالت موجودہ انکی طاقت سے باہر یا نا ممکن العمل ہو اور غالبًا اسی مصلحت سے تحریک ترک موالات کے حامیوں نے اُس پر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کیے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں قریش کے معاطورت ٹوٹ جانے کی دُعا فرمائی کہ اُس حالت ضعف و قلت و مجبوری میں اُس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تھا۔ اور اس مجبوری کی وجہ سے مکہ کی زندگی میں آپ کو کفار کے مقابلہ پر سیف و سنان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کفِ ید ہی کی تعلیم دی جاتی رہی۔

اس موقعہ پر یہ بھی فراموش نہ کیجیے کہ نفس بیع و شراء و اجارہ وغیرہ معاملات موالات میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیز کی کافر محارب کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر کام لیگا۔ مثلاً ہتیار کی یا لوہے کی (جو ہتیار کا مادہ ہے) اسکو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکھا اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ | گناہ اور ظلم کی مدد مت کرو۔ اور |
| فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ | کافروں کے مددگار مت ہو۔ |

بہر حال جس چیز یا جس معاملہ سے کافر کی اعانت مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو ان نصوص سے صراحتاً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی یہودی سے جو اُس وقت مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ تھا اپنی زرہ
رہن رکھ کر قرض لینا - یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصلح یہودی
کا باغ چند چھواروں کی اُجرت پر سینچنا - اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی گورنمنٹ
کی ملازمت کے ملازم طوعاً و کرہاً جبر و استبداد کی مشین کا ایک پرزہ ہے - جسکو خواہی
نخواہی اُس اثم و عدوان اور تحکیم بغیر ما انزل اللہ کی پالیسی کا پہیہ گڑکانا پڑتا ہے
جس سے کہ اقوام کی غلامی کا گلوگیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے اور جو ابھی ملازم
نہیں مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل
کرنے کی تمنا میں ہیں وہ بڑی جد و جہد کے ساتھ اس ساعت کے امیدوار ہیں جبکہ وہ
اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنانے کے قابل ہوں -
آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب سے بڑا کام چلانے والا ہتیار سرکاری ملازم ہے -
اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم وہ لوہا ہیں جن سے یہ ہتیار بنتا ہے -

کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترکِ موالات میں داخل نہیں کیونکہ ثمامہ
بن اُثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد جب یمامہ کا غلہ مکہ والوں کے پاس
پہنچنے سے روک دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بندش کو توڑا -

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسپر تھا کہ
مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی اور یہ لکھا کہ انک تامر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت
ارحامنا - وقد قتلت الآباء بالسیف والابناء بالجوع پس اس قسم کی صلہ رحمی کو
جو ایسی ضیق اور عجز کے اظہار کے بعد کی جائے کون حرام کہتا ہے - ہم تو اُن "تجارتی تعلقات"
کو بند کرنا چاہتے ہیں جن سے یورپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ اتنے بڑے ہو رہے ہیں کہ انکی
جوع البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے - مجھے امید
ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق جو یورپ و امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصہ

درازسے آپس میں ٹکرار ہا ہے ۔ آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے ۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا انقطاع ترکِ موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے لیکن اس زمانہ میں وہ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے بہت بڑے افراد میں سے ہے ۔ اور اس لئے جسقدر استطاعت ہو اس میں کوشش ہونی چاہئے اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپ کی یہ کوشش اس کوشش کی نوع میں داخل ہو جائے جسکے ذیل میں غزوۂ بدر واقع ہوا ۔ میری آرزو ہے کہ آپ **زاد المعاد** وغیرہ میں ان سرایا کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلہ پر بھیجے گئے ۔ اور جو آخر کار اس متبرک زیادہ مبارک غزوہ بدر پر منتہی ہوئے ۔

بہرحال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تا امکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں ۔ اور احتیاط کے ساتھ اپنی مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں جس سے اب اور آئندہ ہماری امداد اور تائید اس ظلم اور عدوان میں سمجھی جاتی ہو ۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آجکل بہت سے علماء ان تعلقات کے قطع کرنے میں مسلمانوں کی مفلسی سے ڈرتے ہیں اور کاد الفقر ان یکون کفراً کا وعظ سنا رہے ہیں ۔

حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سر سیدؒ نے علیگڈھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا ۔ اُس وقت تمام علماءِ ربانیین نے اُس پر کیا کیا فتوے دئے تھے ۔ سر سید بھی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائینگے تو اُن کو سرکاری ملازمتیں نہ ملیں گی ۔ پھر یا تو ان کو ہندوؤں کی غلامی کرنی پڑے گی یا وہ دوسرے قسم کے ذلیل افعال مثل دھوکا ، فریب ، گداگری ، چوری ، ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہوں گے ۔ یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اُسکو کھا جائیں گے اور بقیہ گھر اور جائداد دبیوں کے حوالے کرینگے ؛ وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ کابر علماء نے ایک نہ سُنی اور ان اندیشوں کا شاید یہی جواب

دیتے رہے کہ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَأْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا۔ ترجمہ شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بیحیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمار ہا ہے۔ اور وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یعنی اگر تم تنگی سے ڈرتے رہو تو اللہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کر دیگا۔

اخبار مشرق کے ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ "افسوس لیڈرانِ قوم نے اسوقت اپنے سچے خیر خواہوں کو بدخواہ اور گاندھی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیر خواہ سمجھ لیا ہے وہ ہماری تو کیا سنیں گے اپنے مسلم عاقل یعنی سر سید کی تعلیم کو بھی نہیں مانتے۔ جن تعلقات کی آج یہ لوگ بے قدری کر رہے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جو سر سید نے اپنا اور اُن کا دین و ایمان آبرد اور عزت بیچکر قائم کئے تھے۔ اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تم کو کس قدر گراں قیمت پر پڑے ہیں۔ پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں مفت ہندوؤں کے حوالے کر دو۔ اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی"۔

اِن فیصلہ کن جملوں اور خصوصًا خط کشیدہ سطر کو غور سے پڑھیے۔ یہ لوگ خود اقرار کر رہے ہیں کہ جن سرکاری تعلقات۔ کے ترک پر اس وقت زور دیا جا رہا ہے وہ سر سید نے دین و ایمان اور عزت۔ و آبرد سب بیچکر خریدے تھے۔ پس اب میں اُن ہی کو حکم ٹھہراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو ایک منٹ کے لئے بھی جائز ہے اور کیا اب بھی اُن تعلقات کا سوالات میں داخل ہونا محل تردّد ہے۔

مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو۔ اور اپنا کھویا ہوا دین و ایمان واپس لینے کی کوشش کرو۔ مگر حضرات واضح رہے کہ جس چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کر دے۔ اگر اُقالہ سے کام چل جائے تب بھی خدا کا ہزاراں ہزار شکر کیجئے۔

بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں
میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی یہی مقصد ہے۔ لیکن آپ
اس مقصد کو بُرا کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہندوستان کو سوراج یعنی حکومت خود اختیاری
حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف
نہیں کئے جاسکیں گے، اور عراق و فلسطین، و قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائیگا
اور نہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر ہندوستان نہ جاسکے گا۔
اس سب کے علاوہ یہ کہ ہمکو ہندوؤں کی نیت سے کیا تعرض ہے جبکہ خود ہمارا مقصد صحیح
ہو وطن پرستی اور قوم پرستی بیشک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں۔ اور یہ اصطلاحیں
شاید یورپ سے لی گئی ہوں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے
فرائض سے خارج ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے کے
تلے آجائے اگر اُس کا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج مشرق سے غرب تک کل اہلِ اسلام
پر دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اگر تحفظ ملک و قوم کے لئے مسلمان کوئی قربانی کریں
تو اُس کو ہمیشہ یورپ کی تقلید سمجھ لینا خطا ہے۔

بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریک ترک موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت
کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُسکو دنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت
سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے۔ کہ :-

"جو حکومت مسلمانوں کو اُن کی مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی
ہے۔ اُن کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے، قرآن و رسول
کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے۔ بیت اللہ و بیت الرسول
کی زیارت سے نہیں روکتی اُسکے ساتھ ترکِ تعلقات کس طرح
واجب ہو سکتا ہے، باقی شریف مکہ یا اُسکی فوج نے یا اُن کے

ساتھ ملکر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بےحرمتی کی
ہے اُسکی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے۔ یہ سب کچھ خود مسلمانوں
کے ہاتھوں کے کیے ہوئے کام ہیں اور ہنگامہ کانپور میں جو کچھ ہوا
اُسکے ذمہ دار وہ لیڈر قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتوی دیا۔"

" ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ
عرصہ گزر گیا مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر کیا اثر
ہوا۔ اس کو سیاحان عالم سے پوچھو۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت
ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی روح نہیں اور اگر
اُن کا یقین نہ آئے تو خود جاکر ترک اور عرب، مصر اور افغانستان کے
مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے اُن کے دین کو کس طرح
چر لیا۔ مشاہدہ کے بعد تم خود کہو گے کہ ہندوستان سے زیادہ دینداری
کسی ملک میں نہیں۔"

" انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا اُسکو
تو آپ نے دیکھ لیا کہ ہندوستان اس وقت دینداری میں اسلامی
ممالک سے بھی سبقت لئے ہوئے ہے۔"

میں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق، شام، فلسطین اور تھریس
وسمرنا کے کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی جان و مال
اور عزت و آبرو نہیں ہے؟ کیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ - اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاھُمْ
خدا اور خدا کے رسول کا کلام نہیں؟ کیا امرتسر کے بازاروں میں رینگنے والوں میں سے
کوئی مسلمان نہ تھا؟ کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں؟ کیا مکہ مدینہ میں اگر
انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں وہ بدون انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود چلے

گئے؟ کیا اُن مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹھہرنے سے انگریزی عمال بے قصور ثابت
ہوجاتے ہیں؟ کیا کانپور میں صحیح فتویٰ معلوم ہوجانے اور چاروں طرف کے مسلمانوں
کی آواز بلند ہونے کے بعد خونریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں؟

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان کئی ممالک اسلامیہ سے فائق
ہے مگر بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اعلائے کلمۃ
اللہ ؕ اور نزال عن الاسلام والمسلمین کے وظیفہ سے تقریبًا محروم ہو۔ لیکن یاد رکھئے
کہ یہ دینداری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہوسکتی۔ بلکہ چند ایسے نفوس قدسیہ
کی صرف ہمت اور بذلِ قوت کا نتیجہ ہے جو اس سرزمین میں ہماری خوش قسمتی سے پیدا
ہوئے۔ اور جنھوں نے اپنی نہایت ہی خداداد قابلیت روحانی طاقت۔ اور حیرت انگیز
جرأت سے نصاریٰ اور متنصرین کے اثر کا مقابلہ کیا۔ ان ہی مقدس بزرگوں میں سے
حضرت الشیخ الاجل مولٰینا حاجی محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہٗ تھے۔ جنھوں نے آخرکار
انگریزی حکومت کے دائرہ سے نکل کر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولٰینا
محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ تھے جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری
کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے۔ اور حضرت مولٰینا رشید احمد گنگوہی
قدس اللہ روحہٗ تھے۔ جنھوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس نکر کے مہینوں تک
حوالات کی کوٹھری میں رہنا پسند کیا۔ اور اب سے آخر میں وحید العصر حضرت مولٰینا محمود الحسن
صاحب دیوبندی ہیں۔ جنکی دردانگیز داستان آپکی آنکھوں کے سامنے ہے۔

نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جن کے دم سے ہندوستان
میں یہ دینداری ہے۔ انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہوسکیں جنکا ہمارے دوست
اس شد و مد کے ساتھ دعویٰ کررہے ہیں۔ شاید اُن کا یہ دعویٰ بھی انگریزی حکومت کے برکات
میں سے ایک برکت ہو۔

بہت سے علما کو یہ شکایت ہے کہ "مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں، مگر وہ الحاد و زندقہ، فسق و فجور، حب دنیا، حب جاہ، اور کفار کے وہ اوضاع واطوار نہیں چھوڑتے جو اُنھوں نے یورپ سے لیے ہیں اور جو کہ حقیقۃً موالاۃ ہیں پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس موالاۃ کو سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت، اپنا لباس، اپنی معاشرت، اپنے خیالات اسلامی طریقہ پر بنائیں - اور اوضاع واطوار کفار اور اُنکے خیالات سے پرہیز کریں، کانفرنسوں اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیئت کذائی میں یورپ کی نقل اُتارنا، اور اُن کے طرز پر استقبال و آرائشیں اور رزولیوشن وغیرہ پاس کرنا ڈاڑھیاں مُنڈانا، مونچھیں بڑھانا، انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ پہننا، یا ہندوانہ صورتیں بنانا، صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا پابند نہونا، بلکہ اُس کا استہزا کرنا، اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا، یہ سب اوضاع واطوار کفار میں داخل ہیں، اور ان کا ارتکاب یقیناً موالات کفار میں ہے، بلا شبہ یہ اُمور بھی موالات کے تحت میں داخل ہیں۔

داگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں اور یقیناً علما کا فرض ہے کہ وہ ترک موالات کے نظام عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں لیکن یہ معنی نہیں کہ علما کی کوشش محض انہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور وہ کسی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب اور عوام الناس اور بعض لیڈروں کی اُن غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد یا مزاحمت کیا جانا۔ یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئو شالہ میں پہنچانا۔ یا قشقہ لگانا، یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً "رام رام ست" کہتے ہوئے جانا، یا یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی ہی نبی ہوتے، یا قرآن وحدیث

میں بسر کی ہوئی عمر کو مختار بت پرستی کرنا، یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل
کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

بلا شبہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سربرآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس
قسم کے محرمات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بیدھڑک
نکال دیتے ہیں جن کو سنکر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو میرا دل پاش
پاش ہو جاتا ہے۔ اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفانِ بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت
میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یکسوئی بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان آخرش اور بجام من الناد والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور وَذَكِّرْ
فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے تو ناچار یہ فیصلہ کرنا
پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو اپنے خیالات مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر والمکافت طریقہ سے ظاہر
کر دینے چاہئیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم      تو خواہ از سخنم پند گیر یا کہ ملال

اگر حضرات علماء نے ادھر توجہ کی یا باوجود علماء کی کوشش بلیغ کے ان حد سے
گزری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ
ان مجالس اور تحریکات کی شرکت سے برداشتہ خاطر ہو جائیں اور اس طرح تحریک
ترک موالات کو بڑا صدمہ پہنچ جائے۔

میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالح اسلام
کی حمایت۔ اور مفاسد عامہ کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں۔ اور کسی معاملہ
میں صرف ایک ہی طرف نہ جھک پڑیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کشتی بہت گہرے بھنور میں
ہے۔ ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہئے۔

اب مجھے صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ایک اولڈ بوائے صاحب کے مضمون میں

جو اخبار مشرق گورکھپور کی گیارہ نومبر کی اشاعت میں انسٹیٹیوٹ گزٹ سے نقل کیا گیا تھا
حضرت شیخ الہند کے فتوے ترک موالات پر کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں جن میں بعض چیزوں کا ذکر
تو بندہ کے اسی مضمون میں ہو چکا ہے اور جو بڑا جزو باقی ہے والدین کی اطاعت سے متعلق ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن حکیم نے
ضروری قرار دیا ہے۔ اور جو آیت آپنے پیش کی ہے اسپر ہم یا حضرت شیخ الہند آپسے کم ایمان
نہیں رکھتے اور جو صحیح بخاری کی حدیث یا درمختار اور عالمگیری کی فروع آپنے درج کی ہیں ان سب کو
بھی ہم آپ کی طرح مانتے ہیں (گو آپنے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی) لیکن
گفتگو صرف اس میں ہے کہ اگر والدین ایک فرض عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک محرم کے
ارتکاب کا حکم دیں تو کیا اس میں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور
ہے جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اسی نے یہ بھی فرما دیا کہ

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔

اور اگر وہ دونوں تجھکو اس پر مجبور کریں کہ تو اس چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معقول طریقے سے رہ۔

اس سے علماء نے یہ کلیہ معلوم کیا کہ خدا کی معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں کیونکہ
خدا کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ پس اگر سرکاری
تعلیم گاہوں سے طلبہ کا علیحدہ ہونا اس ترک موالاۃ میں داخل ہے جسکو خدا نے فرض قرار دیا ہے
تو اس میں طلبہ اسی طرح اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں جس طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے
میں۔ اور جس جگہ جہاد میں اذن والدین کو شرط بتایا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ جہاد فرض
علی الکفایہ ہو۔ اگر فرض عین ہو جائے تو اس میں بھی اذن شرط نہیں۔ اسی بناء پر حضرت شیخ
الہند نے ترک موالات کو اجازتِ والدین پر موقوف نہیں رکھا مگر اسکی تبلیغ میں حقوق والدین
کی رعایت فرمائی ہے کیونکہ ترک موالات کی طرح اس کی تبلیغ فرض عین نہیں۔ بلکہ فرض

علی الکفایہ ہے۔

اولڈ ہوائے صاحب کو اسی میں کلام کرنا چاہئے تھا کہ تعلیم گاہوں کی مقاطعت ترک موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر آپکی سب تطویل لاطائل ہو گی۔

اولڈ ہوائے صاحب کو واضح ہو کہ آیت قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ الآیۃ حضرت مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو ضعیف القلب للبۃ الدین کی نافرمانی یا ان کے انقطاع کا تصور باندھ کر متوحش ہوتے تھے انکی ہمتوں کو قوی کرنے کے لئے یہ آیت لکھی گئی ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ ایک فرض عین کے انجام دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہئے۔

آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ، شاہ آباد، کٹار پور وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترک موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہئے کیونکہ وہ بھی قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ میں داخل ہے۔

اس خیال کی صحت کو ایک حد تک میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اس قدر گزارش ہے کہ کٹار پور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ اس لئے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار تاسف کر کے انھوں نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظ خلافت کے اہم معاملہ میں انکی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری [illegible] کے بہت سے افراد اور اعلام نے بھی انکے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کر لی اور [illegible] رۃ و اختلاط سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا کیونکہ قرآن شریف میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ | اگر وہ مصالحت کے لئے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ |

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکا دینگے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک اُن کا کوئی فریب اور بد عہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔ بہرحال ہم کو حق تعالیٰ کی اس قسم کی تسلی آمیز ہدایات پر اطمینان رکھنا چاہئے کہ :-

وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ {اور اگر وہ لوگ تم کو دھوکا دینا چاہینگے تو خدا تمہارے لئے کافی ہے

اگر کہا جائے کہ انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعتوں سے عراق وغیرہ میں برسرپیکار رہے۔ اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرتے ہیں۔ اسکی تلوار اس وقت بھی بیدریغ چل رہی ہے۔ اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعد اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اُس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بیشک اُس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنی حسبِ عہد کے موافق خلافت اسلامیہ اور اُن مقامات مقصودہ سے ہاتھ اُٹھالے جن کے زوال کی حسرتناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اُس فرق پر متنبہ ہو جائینگے جو قرآن و سنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسلم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے اور بعض مفسرین سلف کے اُس قول کی طرف بھی توجہ کرینگے جس میں اُنھوں نے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ کا مصداق اُن کفار کو ٹھہرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت کرلی ہو۔

اب میں یہ دعا کرتا ہوا آپ سے رخصت ہوتا ہوں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ آمین یا رب العالمین

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ دیوبندی ۹ ربیع ... ۱۳۳۹